بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

# اشارات

دستوری رپورٹ کے پاس شدہ حصے کے روشن و تاریک پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے ہم نے قوم کے سربراہ کاروں کی جس فراری ذہنیت کا تذکرہ کیا تھا، اس کے کچھ اور کرشموں کا تکلیف دہ تذکرہ ہمیں دل پر پتھر رکھ کر کرنا ہے۔ ہم نے بقیہ رپورٹ کو معرضِ التوا میں ڈال دینے کو بھی اسی ذہنیت کا کرشمہ قرار دیا تھا۔ اس بدگمانی کے لیے ہمارے پاس اُس وقت تک صرف یہ استدلال ہو سکتا تھا کہ فرصتِ التوا کو اس رپورٹ کے "اسلامی" جوہر کے حق میں فضا سازگار کرنے کے لیے تو ہمارے اکابر نے برائے نام حد تک بھی استعمال نہ کیا، لیکن دوسری طرف اس اسلامی جوہر کے خلاف انتشار پیدا کرنے کی ایک مہم ضرور اٹھنے لگی، اور اس مہم کا نہ صرف یہ کہ نوٹس نہ لیا گیا، بلکہ اندیشہ ہے کہ اسے تائیدِ غیبی سمجھا گیا۔ اس سلسلے میں کسی قدر تفصیل ضروری معلوم ہوتی ہے:

ڈان (کراچی) میں ایک بزرگ نے کئی قسطوں کے ایک مقالے میں اتاترک کے "کارنامے" کا نقشہ کھینچتے ہوئے ہمارے سربراہ کاروں کو یہ پٹی پڑھانے کی کوشش کی کہ جس طرح مصطفیٰ کمال نے اپنی مذہب پسند قوم اور اس کے علماء کے ساتھ گہری چال چلی تھی اور اس چال کے تحت اوّل اوّل اپنی انتہا پسندانہ لادینیت کو اخفا میں رکھ کر کسی قدر مذہبیت کو بھی گوارا کر لیا تھا، اور پھر آہستہ آہستہ اپنی سیاسی پوزیشن مضبوط کر لینے اور حالات کو قابو میں لے چکنے کے بعد اچانک مذہب پسندی کا لبادہ چاک کر کے اسلامی رجحانات کے خلاف ایک کھلا کھلا معرکہ شروع کر دیا تھا، تم بھی اسی طرح اپنی قوم اور اس کے اسلامی رجحانات کے ساتھ داؤں لڑاؤ۔ کمالِ جسارت یہ ہے کہ یہ درس تدبیر برسرِعام ایک کثیر الاشاعت اخبار کے کالموں میں دیا گیا۔ یہ ہماری دستوری رپورٹ کے اسلامی جوہر کے خلاف پہلا گوریلا حملہ تھا۔

ادھر منکرینِ حدیث تھے کہ جو گذشتہ چار برس میں "قراردادِ مقاصد" کے خلاف محض اس بنا پر تاؤ

کھا کھا کر واویلا کرتے رہے ہیں کہ اس میں قرآن کے ساتھ سنّت کو بھی ہماری اسلامی ریاست کے لیے ماخذِ ہدایت اور اتھارٹی کی حیثیت کسی نہ کسی طرح دے دی گئی تھی۔ رسالت و سنّت کے ان مخالفین نے کوئی کسر اس کوشش میں اٹھا نہیں رکھی کہ اس قراردادِ مقاصد پر قلمِ نسخ پھر جائے اور ایک نئی قراردادِ مقاصد ان کے حسبِ منشا مرتب ہو۔ اب دستوری رپورٹ کے زیرِ بحث آنے سے پہلے بھی، اس کی بحث کے دوران میں بھی، اور پھر اس کے ایک حصے کے پاس ہو جانے کے بعد بھی ان کی جانب سے برابر مخالفانہ مہم جاری ہے۔

علاوہ بریں مشرقی پاکستان کے کمیونسٹ اور ہندوستان دوست عناصر بھی دن رات ایک کیے اس کے خلاف فضا بنانے میں مصروف ہیں۔ علی الاعلان مخالفانہ تقریریں ہوتی ہیں، کھلم کھلا اخبارات میں دستوری رپورٹ کو رد کرنے کے لیے مقالے اور مراسلے شائع ہوتے ہیں، اور جلسوں میں اس کے خلاف قراردادیں تک آتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ حالیہ الیکشن میں گنا تنتری دَل (GANATANTRI DAL) اپنے انتخابی منشور کی سب سے پہلی شق ہی یہ رکھتا ہے:۔

"بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی غیر جمہوری[1] رپورٹ کی مزاحمت کرنا"

ان چیزوں کا تذکرہ ہم اس لیے نہیں کر رہے ہیں کہ اسلامی نظامِ زندگی کو نہ چاہنے والے عناصر کے اظہارِ رائے پر ہمیں کوئی شکایت ہے۔ ہم اُن کا حق تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اسلام کو چاہنے والی اکثریت کے سامنے اپنے دلائل رکھ کر اگر اس کی رائے تبدیل کرنے کے موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہوں تو ضرور اٹھائیں۔ ہمیں جس چیز پر اظہارِ افسوس کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی دستور کے قافلے کا مقدمۃ الجیش و تفقہ التواد کی اس سعیِ انتشار پر اس معنی خیز طریق سے خاموش ہے کہ جیسے اس کی دلی مراد بر آ رہی ہو اور اسے غیبی کمک مل رہی ہو۔

بظاہر یہ نری بدگمانی معلوم ہو گی ——— اور اسی لیے ہم نے پہلے اس کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن ایک تازہ واقعہ ایسا ہے کہ جو اس بدگمانی کی صحت کے لیے دلیلِ قطعی بن گیا ہے۔ ریڈیو پاکستان کی

---

[1] "غیر جمہوری" کے الفاظ میں جو اپیل ہے اُس سے ہر جمہوریت پسند متاثر ہو گا، لیکن یہاں یہ اس مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں کہ رپورٹ سیکولر جمہوریت پر مبنی نہیں ہے بلکہ دینی مزاج رکھتی ہے۔

طرف سے اپنے سامعین کے حلقے میں دستوری رپورٹ کے پاس شدہ حصے کے بعض اہم اجزا پر استصواب رائے[1] شروع کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو حصے جمہور کی اکثریت کی مرضی کے مطابق پاس ہو چکے ہیں اُن کے بارے میں ریڈیو پاکستان کا کام رائے عام کو اور زیادہ متعاون اور متحد بنانا ہے یا انتشار کی ایسی فضا تیار کرنا کہ جس کے وجود میں آجانے کے بعد اُن حصوں پر از سر نو غور کرنا ضروری ہو جائے؟ پھر اگر ایسی ضرورت بالفرض پیش بھی آجائے تو استصواب ریڈیو کے سامعین کے حلقے سے (اور یہ حلقہ زیادہ تر خوشحال لوگوں پر مشتمل ہے) ہونا چاہیے تھا یا عام آبادی سے؟ پھر دستور کے کسی جزء کے بارے میں استصواب کرنے کا فیصلہ کرنا دستور ساز اسمبلی کا، اور اس کا انتظام کرنا مرکزی حکومت کا کام ہے یا ریڈیو پاکستان کے ڈائرکٹر کا؟ لیکن ریڈیو پاکستان یہ استصواب کر رہا ہے اور نہ صدر دستور ساز اسمبلی حائل ہوتے ہیں، نہ وزیر اعظم نہ کوئی اور!

اس واقعے سے ہم بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ فرصت النواء کو تمام انتشار پیدا کرنے والے عناصر کی کمک کے ساتھ، دستوری رپورٹ کے اسلامی جوہر کو کمزور کرنے میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ ریڈیو پاکستان کا اصل فرض یہ تھا کہ وہ دستوری رپورٹ کے اسلامی جوہر کی قدر و قیمت کو واضح کرنے اور عوام کو اس پر مطمئن کرنے اور اس کے مطابق ذہنی و عملی تبدیلیاں پیدا کرنے کی تلقین میں مصروف ہوتا، لیکن الٹا رائے عام کو دو حصوں میں بانٹنے اور ریڈیو کے ذریعے ان کو آمنے سامنے لانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ پھر تعجب یہ کہ نہ ہمارے وزیر اعظم نے ریڈیو پاکستان کو اس پر ٹوکا، نہ صدر دستور ساز اسمبلی نے گرفت کی، اور نہ گورنر جنرل نے باز پرس کی!

یہ واقعہ گواہ ہے ہماری اُس بدگمانی کی صحت کا جو "النواء" کے مقصد کے بارے میں پیدا ہو گئی ہے۔

---

لیکن قابلِ ذکر تنہا یہی ایک ناخوشگوار واقعہ نہیں ہے، اس ایک واقعہ کو تو نظر انداز بھی کیا جا سکتا تھا۔ انتہائی افسوسناک تو تخریب اسلامی تہذیب و معاشرت کی وہ طوفانی مہم ہے جو اسلامی دستور کے

---

[1] مثلاً تسمیہ کی دفعہ پر رائے طلبی کی جا رہی ہے کہ "جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان" موزوں نام ہے یا نہیں؟

بنیادی نظریہ - اس کے اصل مقاصد اور اسلامی اخلاقی قدروں کو ملیامیٹ کرنے کے لیے ٹھیک انہی بزرگانِ ملت کی سرپرستی و حمایت کے بل پر چل رہی ہے جو "اسلامی دستور" کے قافلہ سالار بھی ہیں۔ ایک بار ہمیں پھر اسی خطرناک کھلے تضاد سے سابقہ آپڑا ہے جس کا مظاہرہ مسلم لیگ کی قیادت نے قراردادِ مقاصد پاس کرنے کے بعد کیا تھا۔ ایک بار ہم پھر اسی ماڈرن اور ترقی اپسند اسلام سے دوچار ہیں جس کے طوفان کے ایک ریلے نے کتاب و سنت کے اسلامی تصورات کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا۔ ایک بار پھر ہمارے سامنے لاالٰہ کہنے والی زبانوں کے ساتھ دل و نگاہ کی اسی نامسلمانی کا منظر ہے جس نے عوام کو قراردادِ مقاصد کی معنویت کے بارے میں سخت شبہ میں ڈال دیا تھا۔

دستوری رپورٹ کے رہنما اصولوں میں اسلام کے تقاضوں اور جمہوریہ پاکستان کے مطالبے کے مطابق جو اہم فیصلے کیے گئے ہیں ان میں سے خاص طور پر حسبِ ذیل کو سامنے رکھیے :۔

(۱) ریاست کی ہر پالیسی اور سرگرمی کو قراردادِ مقاصد کے منشا کے مطابق رکھنا۔

(۲) مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی زندگیاں قرآن و سنت کے مطابق استوار کرنے کے قابل بنانا اور اس سلسلے میں من جملہ دیگر امور کے زناکاری کی ہر شکل کا سدِباب کرنا اور عوام میں اسلامی اخلاق کو فروغ دینا۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مستقل ادارہ قائم کرنا۔

(۳) ملت میں پاکستان کے نظریہ و نصب العین کا شعور پیدا کرنا۔

اسلام کے یہ واضح تقاضے ہیں اور ان کو اختیار کرنا ایک اسلامی ریاست کے لیے ناگزیر ہے لیکن یہ تقاضے محض کاغذ پر چند الفاظ لکھے جانے سے تو پورے نہیں ہو سکتے۔ یہ زندگی کی تعمیرِ نو چاہتے ہیں پس کسی قوم کے اکابر جب تعمیرِ نو کا عزم —— بلکہ دستوری فیصلہ —— کر بیٹھتے ہیں تو فیصلے کے لمحے ہی سے وہ اپنی زندگی میں بھی تعمیری تبدیلیوں کا آغاز کرتے ہیں اور پوری قوم اور معاشرے کے اندر بھی اپنے فیصلے کے مطابق نئی بنیادیں رکھ کر ان پر عمارت اٹھانے میں لگ جاتے ہیں اہلِ خلوص کا راستہ ہمیشہ یہی رہا ہے۔ دنیا کی کسی قوم میں جب کبھی بھی انقلابی فیصلے ہوتے ہیں تو ان فیصلوں سے ہمیشہ ایک نئی تاریخ بنانے کا آغاز ہوا ہے۔ وہ انقلابِ فرانس ہو یا انقلابِ روس، وہ امریکہ

کی جنگِ آزادی ہو یا ترکیبہ کی کشمکش تبادہ، وہ ایک قوم پرستانہ دستور کی تدوین ہو یا اسلامی آئین کی تسوید، تبدیلی کے علمبردار بن کے جو لوگ فیصلے کرتے ہیں وہ کبھی بھی الفاظ سے نہیں کھیلتے رہتے بلکہ اپنے ایک ایک بول کو عمل مجسم سے لبریز کر دیتے ہیں عمل کی دنیا میں اگر اپنے الفاظ کے لیے معنی نہ پیدا کیے جائیں تو محض الفاظ —— چاہے وہ پارٹیوں کے فیصلے ہوں، لیڈروں کے عزائم ہوں، قوموں کے دستور ہوں، —— سونے کے حروف سے بھی لکھ رکھے جائیں تو پھر بھی وہ معانی کے محض مزار بن کے رہ جاتے ہیں! ایک قومی فیصلے اور ایک دستور کے حرف حرف اور نقطے نقطے سے تبدیلی، زندگی، ترقی اور روشنی کے سوتے اُبل اٹھنے چاہئیں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب کسی قومی فیصلے یا دستور کے الفاظ پر قیادت اس درجے کا ایمان رکھنے والی ہو کہ ایک ایک شق کے اندر اس کا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہو۔ ورنہ اگر قرآن کی ساری آیتیں بھی کتاب آئین میں لکھ دی جائیں تو بے عزم قیادت ان کی معنویت کو بھی عملاً غارت کر سکتی ہے۔

اوپر جن اسلامی عزائم کا ہم نے حوالہ دیا ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ گذشتہ سال ایک طرف ان کو الفاظ کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کاوشیں ہو رہی تھیں اور دوسری طرف بنگالی طلبہ وطالبات کا ایک کاروانِ رقص وسرود مغربی پاکستان کے شہر شہر اور کالج کالج میں گھمایا جا رہا تھا مشرقی پاکستان کے اس "تحفۂ اسلام" کا خیر مقدم کرنے والے، اسے اپنی برکتوں سے نوازنے والے اور اس کے لیے دیدۂ دل فرشِ راہ بنانے والے ہمارے برسرِ اقتدار طبقے کے وہ تمام چیدہ چیدہ حضرات تھے جو اسلامی دستور کے منقدمنا لجیش میں شامل ہیں۔ اس وفد کو اس والہانہ شان سے سر آنکھوں پر بٹھایا گیا جیسے ریاست

---

لہ دراصل اس وفد کے ذریعے مغربی پاکستان پہ اثر ڈالنا مطلوب ہوگا کہ دیکھو مشرقی پاکستان تو "ماڈرن اسلام" اور "ترقی پسندانہ اسلامی کلچر" میں کہیں کا کہیں جا چکا ہے، تم کیوں جھجک رہے ہو، آگے بڑھو! لیکن امر واقعہ برعکس اس کے یہ ہے کہ مشرقی پاکستان ابھی تک اس تصورِ اسلام اور اس تصورِ ترقی سے بہت پیچھے ہے اور مغربی پاکستان (خصوصاً پنجاب) سے ذمہ دار سرکاری افسر جا جا کر وہاں مغربی بے پردہ معاشرت کی چھوت عوام میں پھیلا رہے ہیں مشرقی پاکستان میں عوام کے اندر موجودہ لیڈر شپ سے بیزاری کے محرکات میں سے ایک یہ محرک بھی ہے۔